اردو (لازمی)	دہم 2018ء	پرچہ II: (انشائیہ طرز)
وقت: 2.10 گھنٹے	(دوسرا گروپ)	کل نمبر: 60

(حصہ اوّل)

2- درج ذیل نظم وغزل کے اشعار کی مختصر تشریح کیجیے (تین اشعار حصہ نظم سے اور دو اشعار حصہ غزل سے): (10)

(حصہ نظم)

(i) آبِ خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

(ii) یہ سرد و گرم، خشک و تر، اُجالا اور تاریکی
نظر آتی ہے سب میں شان اُسی کی ذاتِ باری کی

(iii) جلوۂ قدرت کا شاہد، حُسنِ فطرت کا گواہ
ماہ کا دل، مہرِ عالم تاب کا نورِ نگاہ

(iv) نیا یہ آج کے پرچے نے گُل کھلایا ہے
کہ سہرا باندھ کے اِک اونٹ بلبلایا ہے

(حصہ غزل)

(v) مُصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے
تری آرزو رہنُما ہو گئی ہے

(vi) آدمی آدمی سے مِلتا ہے
دل مگر کم کسی سے مِلتا ہے

(vii) ایک مُدّت سے تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے، ایسا بھی نہیں

(حصہ نظم)

جواب: (i) تشریح:

میر انیس اس شعر میں میدان کربلا میں پڑنے والی گرمی کی شدت کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں

کہ میدانِ کربلا میں لُو کے بھبوکے اور حرارت کے گرم جھونکے اتنے شدید تھے کہ اللّٰہ کی پناہ! میدانِ جنگ گرمی کی تپش سے لال اور آسمان زرد تھا۔ اللّٰہ کی مخلوق ٹھنڈے پانی کو ترس رہی تھی، یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آسمان سے سورج روشنی کی بجائے آگ برسا رہا ہو۔

(ii) تشریح:

اس شعر میں شاعر اللّٰہ تعالیٰ کی بلند اور اعلیٰ شان بیان کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سرد اور گرم موسم میں، زمین اور سمندر میں، دن کے اُجالے اور رات کی تاریکی میں اللّٰہ تعالیٰ ہی کی ذات کا جلوہ نظر آتا ہے۔ یہ تمام چیزیں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے بنائی ہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز کا خالق و مالک صرف ایک اللّٰہ تعالیٰ ہے۔

(iii) تشریح:

شاعر اس شعر میں کہتا ہے کہ کسان قدرت کے جلوؤں سے آشنا اور فطرت کے حُسن کا گواہ ہے۔ وہ مٹی میں سے اپنی محنت کے ساتھ پیڑ پودوں سے فطرت کے حسن کو آشکار کرتا ہے۔ جس طرح رات کی تاریکی میں چاند کی روشنی روحانی سکون کا باعث بنتی ہے، اُسی طرح دن کے اُجالے میں اس کی محنت جسمانی سکون کا ذریعہ بنتی ہے۔ جس طرح سورج کی تمازت کھیتوں، کھلیانوں، پتوں، پھلوں اور پھولوں کو غذا بخشتی ہے، اُسی طرح اُس کی جسمانی مشقت مٹی سے حُسن، خوبصورتی، رنگ، خوشبو اور نزاکت پیدا کرتی ہے۔ وہ رات کی تاریکی میں آسمان پر چمکنے والے چاند کا سُرور اور دنیا کو روشنی بخشنے والے سورج کی آنکھ کا نور ہے۔

(iv) تشریح:

دلاور فگار نے بڑے مزاحیہ انداز میں ایک اونٹ کی شادی کا نقشہ کھینچا ہے۔ یہ ایک انہونی بات ہے، مگر دلاور فگار نے اسے تمثیلی انداز میں پیش کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آج کے اخبار میں ایک انہونی خبر ہے کہ اونٹ سہرا باندھ کے خوش ہو رہا ہے۔ شاعر نے اس نظم میں لفظی اور واقعاتی دونوں اقسام کا مزاح پیش کیا ہے۔ وہ ایک اونٹ کی شادی سے متعلق ایک خبر کے بارے بتلا رہا ہے کہ اخبار میں لکھا ہے اونٹ باقاعدہ سہرا باندھ کر نہایت جوش و خروش سے اپنی شادی کی تیاریوں میں مصروف ہے۔

(حصہ غزل)

(v) تشریح:

غزل کے پہلے شعر میں شاعر حسرت موہانی کہتے ہیں کہ جب اللّٰہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خواہش دل میں گھر کر لیتی ہے تو اس کی راہ میں آنے والے مصائب میں بھی دلی سکون ملتا ہے۔ جب انسان

محبتِ الٰہی کو مرکز و محور مان لیتا ہے تو پھر اللہ کی راہ میں آنے والے تمام مصائب، تکالیف اور دُکھ قربِ الٰہی کا وسیلہ بن جاتے ہیں۔ پھر بلال حبشیؓ جیسے عاشقِ صادق کو تپتے صحرا میں انگاروں جیسے گرم پتھر پر رکھ کر کوڑے بھی مارے جائیں تو زبان سے صرف اَحد اَحد کی صدا بلند ہوتی ہے۔ گویا کہ اللہ کی راہ میں آنے والی ہر تکلیف اللہ کے قرب اور سکون و راحت کا ذریعہ بنتی ہے۔

(vi) تشریح:

اس شعر میں شاعر زندگی کی تلخ حقیقت کی عکاسی کرتا ہے۔ زندگی میں آدمی سے آدمی ملتا ہے، میل ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا ہے، مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ انسان دلی طور پر ہر کسی کے ساتھ مل جائے یعنی ایسا بہت مشکل سے ہوتا ہے کہ انسان اپنا دلی اور قلبی تعلق ہر کسی سے قائم کر لے۔

(vii) تشریح:

شاعر اس شعر میں کہتا ہے کہ ایک عرصہ گزر گیا ہے کہ مجھے اس کی یاد نہیں آئی ہے، لیکن ایسی بات بھی نہیں ہے کہ میں اُسے بالکل ہی بھول گیا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ شاعر اپنے محبوب کو دل سے چاہتا ہے۔ زبان سے اسے بھول جانے کا اقرار تو کرتا ہے، لیکن دل سے اسے باہر نکالنا اس کے لیے بہت مشکل ہے۔ اس کی محبت اسے کسی وقت بھی بے چین اور بے قرار کر سکتی ہے۔

(حصہ دوم)

سوال 3: درج ذیل نثر پاروں کی تشریح کیجیے۔ سبق کا عنوان، مصنف کا نام اور خط کشیدہ الفاظ کے معانی بھی لکھیے: (5,5)

(الف) سیدانی: ''وہ قصہ یاد آتا ہے، تو کلیجے پر سانپ لوٹنے لگتا ہے۔ پرستان کی شہزادی جس کے جوڑے <u>ٹانکتے</u> گئی تھی، بہت سر ہوئی۔ دوسری پریوں نے بھی منتیں کیں کہ سیدانی اماں یہیں رہ جاؤ۔ دنیا میں اب تمھارا کون ہے؟ مگر میں نے ایک نہ مانی۔ مجھ <u>بدنصیب</u> کو تو اپنے جیسے انسانوں کی بے مروتیاں دیکھنی تھیں، پرستان میں کیوں بستی؟ وہ تو اللہ نے تمھارے دل میں رحم ڈال دیا جو گور گڑھے کا ٹھکانہ ہو گیا۔''

جواب:

سبق کا عنوان: پرستان کی شہزادی

مصنف کا نام: اشرف صبوحی

خط کشیدہ الفاظ کے معانی:

ٹانکتے: ٹانکے لگانے　　بدنصیب: بُرے نصیب والا

بے مروتیاں: بدلحاظیاں　　گور: قبر

تشریح:

اس پیراگراف میں سیّدانی بی اپنے بارے میں بتاتی ہیں کہ جب اُسے پرستان کا قصہ یاد آتا ہے تو اُس کا دل بے چین ہو جاتا ہے۔ اُس وقت کے حالات کو یاد کر کے وہ خوفزدہ ہو جاتی ہے۔ پرستان کی جس شہزادی کے جوڑے سینے کے لیے گئی تھی وہ میری واپسی پر بڑی پریشان ہوئی اور وہ مجھے واپس آنے نہیں دے رہی تھی۔ دوسری پریوں نے بھی منت سماجت کی کہ سیّدانی اماں یہیں رہ جاؤ۔ انسانوں کی دنیا میں اب تمھارا کون ہے؟ مگر میں رضامند نہ ہوئی۔ میرا دل نہ مانا' کیونکہ مجھ بدنصیب کو اپنے جیسے انسانوں کی بے مروتیاں بھی تو دیکھنی تھیں۔ میں پرستان میں کیوں بستی؟ اللہ پاک نے تمھارے دل میں مہربانی پیدا کردی کہ میرے آخری وقت کا سہارہ بن گئے اور مجھے ادھر اُدھر کی ٹھوکریں کھانے سے نجات مل گئی۔ اگر تم لوگ میرا ساتھ نہ دیتے تو در در کی ٹھوکریں کھانا میرا نصیب بن جاتا۔

(ب) علی بخش کا تخیل بڑی تیز رفتاری سے ماضی کے دھندلکوں میں پرواز کر رہا ہے۔ زندگی کے ہر موڑ پر اسے اپنے ڈاکٹر صاحب یا جاوید یا منیرہ بی بی کی کوئی نہ کوئی خوش گوار یاد آتی رہتی ہے۔ جھنگ پہنچ کر میں اسے ایک رات اپنے ہاں رکھتا ہوں۔ دوسری صبح اپنے ایک نہایت قابل اور فرض شناس مجسٹریٹ کپتان مہابت خان کے سپرد کر دیتا ہوں۔

جواب: سبق کا عنوان: علی بخش　　مصنف کا نام: قدرت اللہ شہاب

خط کشیدہ الفاظ کے معنی:

دھندلکوں: نیم اندھیروں　　خوش گوار: دل پسند

فرض شناس: فرض کی پہچان رکھنے والا　　تخیل: خیال

تشریح:

یہ اقتباس کہانی ''علی بخش'' سے لیا گیا ہے۔ علی بخش علامہ اقبال کے ذاتی ملازم تھے۔ وہ ایک دن خواجہ صاحب کے کہنے پر مصنف کے ساتھ اپنی زمین کا قبضہ چھڑانے کے لیے جھنگ جانے پر تیار ہو گئے۔ مصنف کہتا ہے کہ جب وہ میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھا تو میرے خیال میں اس کو یہی لگا کہ دوسروں لوگوں کی طرح میں بھی علامہ صاحب کے بارے میں پوچھ پوچھ کر اس کا سر کھپاؤں گا' لیکن مصنف کہتا ہے کہ میں نے بھی تہیہ کر رکھا تھا کہ میں علی بخش سے کچھ نہ پوچھوں گا۔ آخر کار مصنف کی توقع پوری ہوئی اور تھوڑی سی پریشان کن خاموشی کے بعد علی بخش سے رہا نہ گیا اور وہ ڈاکٹر صاحب کے بارے

میں باتیں کرنے لگا۔ مصنف کہتا ہے کہ علی بخش کے تخیلات میں جاوید اور منیرہ کی کوئی نہ کوئی خوشگوار یاد تھی۔ مصنف جھنگ پہنچا تو اس نے علی بخش کو ایک رات اپنے ساتھ رکھا۔ پھر اگلی صبح ایک نہایت قابل اور فرض شناس مجسٹریٹ مہابت خان کے سپرد کر دیا۔ مہابت خان نے نہایت عقیدت سے علی بخش کو سینے سے لگایا اور اعلان کیا کہ وہ علی بخش کو اپنے ساتھ لائل پور لے جائے گا اور اُسے زمین کا قبضہ دلا کر ہی رہے گا۔

سوال :4- درج ذیل میں سے کوئی سے پانچ سوالات کے مختصر جوابات لکھیے: (10)

(i) مرزا صاحب کی کن دو قومی شخصیات سے عزیز داری تھی؟

جواب : مرزا صاحب کی سر سیّد احمد خاں اور منشی ذکاءاللہ سے عزیز داری تھی۔

(ii) لڑکی سٹیشن پہنچی تو اس نے سب سے پہلے کیا دیکھا؟

جواب : لڑکی سٹیشن پر پہنچی تو اس نے دیکھا کہ زمین اور بینچوں پر سیکڑوں آدمی لاشوں کی طرح سوئے پڑے ہیں، جیسے ان کو سفر کرنا ہی نہ تھا۔

(iii) چغل خور نے کسان کی بیوی کو کیا کہہ کر بدگمان کیا؟

جواب : چغل خور نے کسان کی بیوی کو یہ کہہ کر بدگمان کیا کہ کسان کوڑھی ہو گیا ہے یعنی اُسے کوڑھ کی بیماری لاحق ہے۔

(iv) مرزا غالب نے کتابوں پر کیا رائے دی؟

جواب : انھوں نے کہا کہ کتابوں کا کاغذ اچھا، لمبائی چوڑائی عمدہ، چھپائی میں استعمال ہونے والی سیاہی بہتر، چھپائی دل خوش کن ہے۔ سب کچھ بہت اچھا ہے۔ انھیں دیکھ کر میرا دل خوش ہو گیا ہے۔

(v) علم کی طاقت سے کس طرح بندوق کو شکست دی جا سکتی ہے؟

جواب : علم کی طاقت سے انسان اچھائی اور بُرائی میں تمیز کر کے بندوق، جو کہ ایک بُرائی ہے، کو شکست دے سکتا ہے۔

(vi) شاعر نے سر کا درد بڑھنے کی وجہ کیا بتائی ہے؟

جواب : شاعر نے سر کا درد بڑھنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ شادی کے بعد دولہا کے سر پر ذمہ داریوں کا بوجھ بڑھ گیا ہے۔

(vii) اللہ تعالیٰ نے انسان کو کن نعمتوں سے نوازا ہے؟ چند ایک تحریر کیجیے۔

جواب : اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ سورج، ہوا، پانی، آگ، مٹی، پھل، پھول،

سبزیاں، اناج، پہاڑ، دریا، سمندر سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے پیدا کی ہے۔

(viii) پھولوں کا رنگ ہنسی سے ملنے کا مفہوم واضح کیجیے۔

جواب: پھولوں کا رنگ ہنسی سے ملنے کا مفہوم یہ ہے کہ شاعر کا محبوب مسکراتا ہوا بہت خوبصورت لگتا ہے، جیسے کھلے ہوئے پھول بہت خوبصورت لگتے ہیں۔

سوال 5:- کسی ایک سبق کا خلاصہ لکھیے: **(5)**

(i) نظریۂ پاکستان (ii) نام دیو مالی

جواب:

(i) نظریۂ پاکستان

جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2017ء (پہلا گروپ)، سوال نمبر 5(i)۔

(ii) نام دیو مالی

نام دیو مقبرۂ رابعہ درانی اورنگ آباد کے باغ میں مالی تھا۔ اس کا تعلق نیچ قوم سے تھا، مگر سچا اور نیک انسان تھا۔ نام دیو پیڑ پودوں کو اپنی اولاد سمجھتا اور اولاد کی طرح ان کی نگہداشت کرتا تھا۔ اگر کسی پودے کو کیڑا لگ جاتا تو ایک ماہر ڈاکٹر کی طرح اس کا علاج کرتا۔ اسے جڑی بوٹیوں کی بھی شناخت تھی۔ بچوں کا علاج وہ ان جڑی بوٹیوں سے ہی کرتا تھا۔

وہ خود بھی صاف ستھرا رہتا اور اپنے باغ کو بھی ایسا ہی رکھتا تھا۔ سارا چمن آئینہ بنا رکھا تھا۔ رام دیو دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے کام میں لگا رہتا تھا۔

ایک سال بارش بہت کم ہوئی۔ دوسرے باغوں میں آفت ٹوٹ پڑی، مگر نام دیو کا باغ ہرا بھرا رہتا تھا، کیونکہ وہ دور دور سے ایک ایک گھڑا پانی کا سر پر اُٹھا کر لاتا اور اپنے پودوں کو سینچتا۔ جب کسی نے اس کی بے مثل کارگزاری پر اسے انعام دینا چاہا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ وہ کہتا تھا کہ اپنے بچوں کے پالنے پوسنے میں کوئی انعام کا مستحق نہیں ہوتا۔

نام دیو کو اپنے کام سے لگن تھی۔ اسے کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ میں زیادہ کام کرتا ہوں یا میرا کام دوسروں سے بہتر ہے۔ وہ اپنے کام پر فخر محسوس کرتا تھا۔ وہ سب سے محبت کرتا تھا اور غریبوں کی مدد بھی کرتا تھا۔ وہ اپنے کام کو نیکی سمجھ کر نہیں بلکہ فرض سمجھ کر کرتا تھا۔

ایک روز اپنے کام میں مگن تھا کہ اچانک شہد کی مکھیوں نے حملہ کر دیا۔ سب مالی چھپ گئے، مگر نام

دیوا اپنے کام میں اتنا منہمک تھا کہ اسے پتا بھی نہیں چلا کہ موت اس کے سر پر کھیل رہی ہے۔ مکھیوں نے اسے اتنا کاٹا کہ وہ بے دم ہو گیا۔ آخر کار اسی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

سوال 6:- درج ذیل عنوانات میں سے کسی ایک پر مضمون لکھیے: (15)

(i) یوم آزادی (ii) ماں باپ کے ساتھ سلوک (iii) تمباکو نوشی کے نقصانات

جواب:

(i) یومِ آزادی

مفہوم و اہمیت:

پاکستان 14 اگست 1947ء کو معرضِ وجود میں آیا۔ یہ دن پاکستان کا یومِ آزادی کہلاتا ہے۔ یہ وہ دن ہے جب مسلمان انگریز قوم کی غلامی سے آزاد ہوئے' لہٰذا اس دن کی پاکستانیوں کے نزدیک بہت اہمیت ہے۔ ہر سال 14 اگست پورے ملک میں بڑے جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔

14 اگست کا دن:

14 اگست یومِ آزادی کہلاتا ہے۔ لوگ سال بھر اس مبارک دن کے لیے انتظار کرتے ہیں۔ شہر شہر' گاؤں گاؤں' محلّہ محلّہ' مسرت اور شادمانی کے نغمات سے بھر جاتے ہیں۔ جلسے منعقد کیے جاتے ہیں۔ تقریریں ہوتی ہیں۔ جلوس نکلتے ہیں۔ گھوڑے' اونٹ' بیل جلوسوں کی زینت بنتے ہیں۔ ٹریکٹر ٹرالیوں' موٹر سائیکلوں' کاروں اور بسوں پر جلوس نکالے جاتے ہیں۔ ہر چھوٹا بڑا' مرد و عورت' بچہ بوڑھا اور جوان سب مسرور' شاداں اور بہت خوش ہیں۔ ایک نئے ولولے سے پھولے نہیں سماتے۔ قیامِ پاکستان کی کہانی سنائی جاتی ہے۔ دلخراش واقعات کو سن کر بے شمار لوگ روتے ہیں۔ اپنے آباؤ اجداد کی ہمت اور استقلال کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ اخبارات خصوصی ایڈیشن نکالتے ہیں۔ ریڈیو' ٹی وی پر تحریکِ پاکستان کے خصوصی پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔

آزادی کی تڑپ:

اس غلامی اور مایوسی کے سیاہ ترین دور میں اللہ کریم نے مسلمانوں کے اندر ایسے لوگ پیدا کیے' جنھوں نے مسلمانوں کے اندر آزادی کا جذبہ اور تڑپ کو دوبارہ زندہ کیا اور مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ ان رہنماؤں میں قائدِ اعظم' علامہ اقبال' علی برادران' مولانا حالی اور سر سید احمد خاں وغیرہ شامل ہیں۔

قیامِ پاکستان کے مقاصد:

قیامِ پاکستان کا مقصد مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ملک حاصل کرنا تھا۔ تاکہ مسلمان اس میں رہ

کر اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیاں اسلام کے اصولوں کے مطابق گزار سکیں۔ چونکہ اسلام اور ہندومت بالکل علیحدہ مذاہب تھے' لہٰذا یہ دونوں قومیں ایک ملک میں نہیں رہ سکتی تھیں۔

''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ'' کا نعرہ حصولِ پاکستان کا سبب بنا۔

انگریز حکومت:

1857ء کی جنگِ آزادی میں ناکامی کے بعد برصغیر میں انگریزوں کی حکومت قائم ہوگئی۔ وہ مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے۔ مسلمان قوم کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ انگریز انھیں ذلیل و رسوا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ ہندو اس کے ساتھ مل گئے تھے۔ انگریزوں کا حکومت پر قبضہ ہوا اور ہندوؤں کا دفاتر پر۔ مسلمانوں پر ملازمتوں کے تمام دروازے بند کر دیے گئے تھے۔ مایوسی اور پریشانی اپنے عروج پر تھی۔ ان کی ثقافت' مذہب' معاشرت اور تاریخ کو بری طرح مسخ کیا گیا۔ جذبۂ حریت کو کچلنے کی سامراجی کوششیں کی گئیں۔ انگریز اور ہندوؤں کے گٹھ جوڑ سے مسلمانوں کی حالت بہت قابلِ رحم ہو چکی تھی۔ مسلمان اکابرین ان کی حالت کو دیکھتے تو ان کا کلیجہ کٹ جاتا۔

علامہ اقبالؒ اور قائدِ اعظمؒ کی کوششیں:

چنانچہ 1930ء میں الٰہ آباد کے اجلاس میں علامہ اقبالؒ نے ایک الگ وطن کی تجویز پیش کی' جو بعد ازاں تصورِ پاکستان کے نام سے موسوم ہوئی۔ 1940ء میں مسلم لیگ نے حصولِ پاکستان کو اپنا ہدف قرار دیا۔ قائدِ اعظمؒ اور ان کے عظیم رفقائے کار نے پختہ عزم کر لیا کہ خواہ کتنی ہی بڑی قربانی کیوں نہ دینی پڑے وہ پاکستان ضرور حاصل کریں گے۔ آخر قائدِ اعظمؒ کی قائدانہ صلاحیتوں اور ان کی سیاسی سوجھ بوجھ کے سامنے انگریز حکومت کو ہتھیار ڈالنے پڑے اور چودہ اگست 1947ء کو ہندوستان تقسیم ہو گیا۔ اور وطنِ عزیز پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔

احساسِ ذمہ داری:

صرف رسمی طور پر یومِ آزادی منا لینا کوئی اہمیت نہیں رکھتا' بلکہ اصل چیز احساسِ ذمہ داری ہے۔ اگرچہ حصولِ آزادی بہت اہمیت رکھتا ہے' لیکن آزادی کا تحفظ اس سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ یہ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ اس ملک کی حفاظت کریں۔ آزادی کا استحکام ہمارا مشترکہ نصب العین ہونا چاہیے' لہٰذا ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق آزادی کے لیے کام کرے۔

روشن مستقبل:

پاکستان ہماری پناہ گاہ ہے۔ یہ عالمِ اسلام کا مرکز اور اسلام کا مضبوط قلعہ ہے۔ یہ نہ صرف اس

خطے کے مسلمانوں کا واحد سہارا ہے، بلکہ یہ پورے عالمِ اسلام کے لیے قوی بازو اور مضبوط چٹان ہے۔ اس کے روشن مستقبل کے لیے ہمیں ہر وقت مستعد ہونا چاہیے۔

ہمیں چاہیے کہ محنت و خلوص اور صداقت و دیانت سے پاکستان کو اسلام کا ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ بنائیں۔ وہ وقت دور نہیں جب پاکستان دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا ہوگا۔ انشاء اللہ

(ii) ماں باپ کے ساتھ سلوک

ماں باپ جنھوں نے ہمیں جنا اور پالا، ہماری تربیت کی، ہمیں پڑھایا، انسانیت سکھائی، دنیا میں رہنے کے آداب سکھائے اور زندگی کے اتار چڑھاؤ بتائے، ان کے ساتھ ہمیں اچھا برتاؤ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

"اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پوچھا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: وہ نماز جو وقت پر پڑھی جائے۔ انھوں نے پھر پوچھا: اس کے بعد کون سا کام اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: "ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک۔"

ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: "ماں باپ ہی تمھاری جنت ہیں اور ماں باپ ہی دوزخ۔"

ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: "جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور اس کی روزی میں کشادگی ہو، اس کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے۔"

ایک دفعہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پاس آکر اپنے ماں باپ کی شکایت کی کہ "وہ جب چاہتے ہیں، میرا مال لے لیتے ہیں۔" حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس کے باپ کو بلوایا تو ایک بوڑھا کمزور شخص لاٹھی ٹیکتا ہوا حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس سے پوچھا تو اس نے کہنا شروع کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم! ایک زمانہ تھا جب یہ کمزور اور بے بس تھا اور مجھ میں طاقت تھی، میں مال دار تھا اور یہ خالی ہاتھ تھا۔ میں نے کبھی اس کو اپنی چیز لینے سے منع نہیں کیا تھا۔ آج میں کمزور ہوں اور یہ تندرست و توانا ہے۔ میں خالی ہاتھ ہوں اور یہ مال دار ہے اور اپنا مال مجھ سے بچا بچا کر رکھتا ہے۔"

بوڑھے کی باتیں سن کر حضور ﷺ رو پڑے اور اس آدمی سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا ہے کہ:

''اگر ماں باپ بوڑھے ہو جائیں، تو انھیں اُف تک نہ کہو۔''

ظاہر ہے کہ اولاد پر ماں باپ کے حقوق ایسے ہیں کہ ان کا ادا کرنا ہی اولاد کے لیے مناسب ہے۔ تاکہ جہاں وہ اپنے ماں باپ کی اطاعت، فرماں برداری اور خدمت گزاری میں منفرد اور مثالی بیٹا بنے، اس کی اولاد بھی اس سے ویسا ہی نیک سلوک کرے اور اس کا بڑھاپا بھی اپنے ماں باپ کی طرح اچھا گزرے۔

(iii) تمباکونوشی کے نقصان

تمباکونوشی کا رواج:

پرانے وقتوں کی بات ہے کہ حکیم اپنے مریضوں کو پیٹ کی خاص بیماریوں کے لیے حقہ پینے کا مشورہ دیتے تھے، کیونکہ حقے کے ذریعے تمباکو کا دھواں پیٹ میں جاتا ہے اور یہ جراثیم کش اثرات سے اس خاص بیماری کے لیے شفا کا کام کرتا ہے، مگر آہستہ آہستہ حقے نے بیڑی، سگار اور سگریٹ کو جگہ دے دی اور پھر سگریٹ عوام میں اس طرح مقبول ہوا کہ یہ ایک فیشن بن کر رہ گیا۔ پہلے پہل گھرانوں کے لوگ سگریٹ نوشی کو انتہائی نامناسب فعل سمجھتے تھے اور نوجوان گھر والوں سے چھپ چھپا کر سگریٹ نوشی کرتے تھے، مگر اب یہ حال ہے کہ نابالغ بچے، نوجوان، بڑے بوڑھے حتیٰ کہ فیشن زدہ لڑکیاں اور کئی ملازمت پیشہ خواتین بھی سگریٹ نوشی کی عادت میں مبتلا ہیں۔

تمباکونوشی کی وجوہات:

ماہرِ نفسیات کہتے ہیں کہ انسان جب حقیقتوں اور تلخ حالات کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تو وہ فرار کے راستے تلاش کرتا ہے۔ یا جب انسان کو معاشی و سماجی مسائل گھیر لیتے ہیں تو وہ پریشان رہنا شروع کر دیتا ہے اور پھر اس کے اعصاب شل ہونے لگتے ہیں، اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کے اعصاب پر دباؤ بڑھ جاتا ہے تو وہ ایسی ادویات اور اشیا تلاش کرتا ہے، جو اسے سکون اور آرام پہنچا سکیں۔ چنانچہ وہ اپنی تھکن، کمزوری، گھبراہٹ یا اضطراری کیفیات کو کم یا ختم کرنے کے لیے سگریٹ نوشی کا سہارا لیتا ہے۔ اس سے وقتی طور پر اس کے اعصاب سکون محسوس کرتے ہیں، مگر پھر یہ وقتی طور کا سکون حاصل کرنے کے لیے سگریٹ نوشی کرنا انسان کی عادت میں شامل ہو جاتا ہے۔

تمباکونوشی کے نقصانات:

تمباکونوشی کا بڑھتا ہوا رجحان ہماری قوم اور معاشرے کے لیے بھی سخت نقصان دہ ہے۔ قوم کے

افراد میں سگریٹ نوشی سے ان میں آگے بڑھنے کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور قوم میں انحطاط پذیری کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ قوم کا بیشتر سرمایہ سگریٹ نوشی جیسے فضول اور قبیح عمل میں ضائع ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس سے پیدا شدہ بیماریوں کے علاج کے لیے ہمیں بیرونِ ممالک سے ادویات منگوا کر مزید سرمائے کو ضائع کرنا پڑتا ہے۔ اس کے درجِ ذیل نقصانات ہیں:

1- تمباکو نوشی صحت کے لیے سخت مضر ہے۔ اس سے وزن میں کمی ہوتی ہے۔
2- سگریٹ نوشی سے پھیپھڑوں کے سرطان کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔
3- سگریٹ نوشی سے پھیپھڑوں کی نالیوں میں ورم ہو جاتا ہے۔
4- سگریٹ نوشی سے دل کے امراض مثلاً ہارٹ اٹیک وغیرہ کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں۔
5- سگریٹ کا دھواں وہ خطرناک شے ہے، جو سگریٹ نہ پینے والے کے پھیپھڑوں میں پہنچ کر اسے بھی نقصانات پہنچاتا ہے۔
6- سگریٹ نوشی سے خون میں نکوٹین کی وافر مقدار جمع ہو جاتی ہے۔
7- سگریٹ نوشی کی فضول عادت پر جو رقم بے جا خرچ کی جاتی ہے اس رقم کو بچا کر ہم ضروری اشیا خرید سکتے ہیں۔
8- سگریٹ نوشی سے سانس بدبودار اور دانت خراب ہو جاتے ہیں۔
9- تمباکو نوشی رفتہ رفتہ دماغ کو ماؤف کر دیتی ہے اور مزاج میں چڑچڑاپن پیدا کر دیتی ہے۔
10- سگریٹ نوشی دراصل دھیرے دھیرے خودکشی کرنے کا عمل ہے۔
11- سگریٹ نوشی ہی تمام منشیات کے استعمال کا ذریعہ بنتی ہے۔
12- تمباکو نوشی سے انسان قلتِ خون، عارضۂ دل، دمہ، سرطان، بے خوابی اور دیگر موذی امراض کا شکار ہو کر موت کی وادی میں اتر جاتا ہے۔

منشیات کا آغاز:

سگریٹ ہی ایک ایسا ذریعہ ہے، جسے ہم منشیات کے آغاز کا ذریعہ کہہ سکتے ہیں، کیونکہ عادی سگریٹ نوش اپنے سگریٹ میں چرس، ہیروئن اور دیگر مہلک زہر بھر کر پیتے ہیں اور پھر سڑکوں پر اُکھڑے اُکھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ اسلام نے ہر نشے کی ممانعت کی ہے، جو انسان سے اس کے حواس چھین لیتا ہے۔ اسی طرح مسجد میں حقہ یا سگریٹ پی کر نہیں آنا چاہیے۔ تاکہ دیگر افراد اس سے تکلیف محسوس نہ کریں۔

سوال: 7- درج ذیل عبارت کو غور سے پڑھیے اور آخر میں دیے گئے سوالات کے جوابات تحریر کیجیے: (10)

سکون کے وقت سمندر کا دیدار آنکھوں کو فرحت بخشنے والی چیز ہے۔ تختۂ جہاز پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو لہروں کا ایک لاتعداد سلسلہ نظر آتا ہے، جو ہوا کے نرم نرم جھونکوں کے اثر سے سمندر پر قریب قریب ہر وقت آتے رہنے سے ایک دوسرے کے پیچھے حلقے بناتا چلا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لہریں ایک دوسری کے پیچھے دوڑ رہی ہیں۔ صبح کے وقت جب آفتاب نکلتا ہے اور اُچھلتی ہوئی لہروں کی سفید جھاگ پر اس کی کرنیں پڑتی ہیں تو قوسِ قزح کے سارے رنگ دفعتہً شفاف پانی کے تختوں پر چمک جاتے ہیں۔ دُور اُفق کے قریب تو سنہری رُوپہلی فرش بچھا ہوا نظر آتا ہے۔ گویا شاہِ خاور کے خیر مقدم کے لیے سامان ہو رہا ہے۔

(i) سکون کے وقت سمندر کا نظارہ کیسا ہوتا ہے؟

جواب: سکون کے وقت سمندر کا دیدار آنکھوں کو فرحت بخشتا ہے۔

(ii) تختۂ جہاز سے سمندر کیسا نظر آتا ہے؟

جواب: تختۂ جہاز سے لہروں کا ایک لاتعداد سلسلہ، جو ایک دوسرے کے پیچھے دوڑتی ہوئی نظر آتی ہیں، دکھائی دیتا ہے۔

(iii) صبح کے وقت سمندر کا منظر کیسا ہوتا ہے؟

جواب: صبح کے وقت جب آفتاب کی کرنیں لہروں کی سفید جھاگ پر پڑتی ہیں تو قوسِ قزح کے سارے رنگ شفاف پانی پر چمک جاتے ہیں۔

(iv) دُور اُفق کے قریب کیا نظر آتا ہے؟

جواب: دُور اُفق کے قریب سنہری رُوپہلی فرش بچھا ہوا نظر آتا ہے، جیسے شاہِ خاور کے خیر مقدم کی تیاری ہو رہی ہو۔

(v) اس عبارت کا عنوان تجویز کیجیے۔

جواب: 1- سکون کے وقت سمندر کا نظارہ۔

2- صبح کے وقت سمندر کا نظارہ۔

3- سمندر کا نظارہ۔